اقوال زرّیں

جب انسان اپنی وقعت کھوتے تو اس کے لیے بہترین پناہ خاموشی ہے، وضاحت کبھی سچا ثابت نہیں کرسکتی، ندامت کبھی غم الہجر نہیں ہوسکتی، الفاظ کبھی بھی انسان کو اس کا کھویا ہوا مقام واپس نہیں دلاسکتے، ہاں خاموشی مزید تذلیل سے بچالیتی ہے۔

روزنامہ راشٹریہ سہارا
ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA MUMBAI

ہم ساری دنیا مانگیں گے!

اقوام متحدہ

کے منشور بظاہر روشن، اجلے، خوش رنگ اور دل آویز ہوتے ہیں لیکن صاحبان دل کا دعویٰ ہے کہ یہ اجلے اجلے روشن روشن منشورات اندر ہی اندر انسانی لہو کا تعاقب ماننا ہوا سمندر جذب کیے ہوئے ہیں۔ اس دعویٰ کی دلیل میں فلسطین پر نظر ڈالنا ہی کافی ہے جہاں انسانی حقوق کے ’مقدس عالمی منشور‘ کو امریکہ اور اقوام عالم کی پشت پناہی میں ظالم اسرائیل، بے گناہ فلسطینیوں کے لہو سے غسل دے رہا ہے۔

اسی اقوام متحدہ نے مزدوروں اور محنت کشوں کی زندگی بہتر بنانے، بہتر کرنے کیلئے بہت اصول و ضوابط طے کیے ہیں اور باقاعدہ ایک منشور کی شکل دے کر دنیا بھر کے 187 ممالک میں اپنی ایجنسی عالمی ادارہ محنت (انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن) کے ذریعہ نافذ کرانے کا دعویٰ دار بھی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ مزدوروں اور محنت کشوں کے حقوق کی بازیابی میں ان کا ہمدم و معاون بن کر پورے کرۂ ارض پر سماجی انصاف و یقینی بنانے کا کام کر رہا ہے۔ یہ دعویٰ کتنا درست ہے اس کی حقیقت تو دنیا بھر کے مزدوروں اور محنت کشوں کے حال زار دیکھ کر ہی معلوم ہو جاتا ہے۔

دنیا کا ہر مزدور آج بھی مایوسی اور محرومی سے دوچار ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی بربریت آج بھی مزدوروں کی روح، احساس اور غیرت تک کو چھل رہی ہے۔ احتصال کی شدت اور غربت کی ذلت میں محنت کشوں کی زندگی سے انسانی رشتے، سماجی بندھن اور تہذیبی اقدار تک ختم ہوتی نظر آ رہی ہیں۔ آج بھی مزدوروں کے احوال وہی ہیں جو 1886 میں تھے۔ آج بھی اپنے حق کی آواز اٹھانے والے مزدوروں کو ان کے ہی لہو میں نہلایا جا رہا ہے جیسے یکم مئی 1886 کو امریکہ کے شیر شکاگو میں کیا گیا تھا جب سفید چمڑے نے اٹھائے ہوئے مزدوروں کے جلوس پر سرمایہ دارانہ نظام کی گماشتہ حکومت کے اہل کاروں نے گولی چلائی تھی اور محنت کشوں کے لہو سے سفید چمڑوں کا رنگ سرخ ہو گیا تھا۔ ان محنت کشوں کا جرم یہ تھا کہ وہ اوقات کار آٹھ گھنٹے مقرر کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ محنت کشوں پر ہونے والے ستم کا یہ واقعہ مزدور تحریک کی تاریخ میں ایک حوالے کے طور پر درج ہوا اور اس کی مناسبت سے ہر سال یکم مئی کو محنت کشوں کے عالمی دن کے طور پر منانے کا فیصلہ کیا گیا۔ جس کے بعد یہ دنیا بھر کے مزدوروں کا ایسا واحد تہوار بن گیا جو سرحد، مذہب، قوم، نسل، برِ اعظم اور ہر دوسری جغرافیائی، سماجی، انسانی اور ثقافتی تقسیم سے بالاتر ہو کر منایا جاتا ہے۔ اس سال بھی دنیا بھر کے مزدور یہ تہوار منا رہے ہیں۔ سرمایہ داروں کی پشت پناہی میں کام کرنے والے بین الاقوامی ادارے، ایجنسیوں اور تنظیموں نے اس موقع کی مناسب سے رنگا رنگ تقریبات کا بھی اہتمام کر رکھا ہے۔ بتایا جا رہا ہے کہ اس سال ایم ایو خاص کیلئے ایک تقسیم بھی کی گئی ہے۔ وہ تقسیم ہے ’موسمیاتی تبدیلیوں کے درمیان مزدوروں کے مقام کا رکی حفاظت اور صحت کو یقینی بنانا‘۔

ایک طرف یہ کوشش اور مزدور دوست تقسیم ہے، دوسری طرف عملاً مزدوروں کو جہنم کی دہکتی آگ میں جھونک کر رکھا گیا ہے۔ مقام کار کے ماحول کا بہتر ہونا تو دور کی بات ہے، کام کے مطابق مزدوروں کو اجرت بھی نہیں مل رہی ہے اور نہ وہ بہتر صحت، تعلیم اور بہتر خوراک کی عیاشی کے ہی متحمل ہیں۔ دوسری جانب حکومتیں ہیں جنہوں نے مختلف طرح کے قوانین بنا کر مزدوروں کی مشکیں کس رکھی ہیں۔ اوقات کار میں اضافہ کیا جا رہا ہے، عوامی اداروں کی نجکاری ہو رہی ہے، جو جبری برطرفیوں کا طوفان بلا خیز محنت کشوں کو رزق خاک بنا رہا ہے۔ معیشت کے نام نہاد بحران کا سارا بوجھ مزدوروں کے کاندھے پر منتقل کر کے ان پر دن رات نت نئے معاشی حملے کیے جا رہے ہیں۔

ہندوستان میں صورتحال تو سب سے زیادہ سنگین ہے، ایک رپورٹ کے مطابق ملک کی سرمایہ نواز حکومت نے باقاعدہ قانون سازی کر کے مزدوروں کے اوقات کار بڑھا دیے ہیں۔ اجرت بورڈ آجروں کی تحویل میں بن گیا ہے۔ کم از کم اجرت کا قانونی حق سوخت کر لیا گیا ہے۔ لیاقت اور اہلیت کے مطابق اجرت دینے کے بجائے ہر شعبہ میں ’ٹھیکہ پر بھرتی‘ کے غیر قانونی عمل کو حکومت اپنی کامیابی سمجھ رہی ہے۔ نجکاری کی عفریتوں پر سرمایہ نواز حکمرانوں کی تقاریر محنت کشوں کی آرزوؤں کا خون کر رہی ہیں۔

شدت کی گرمی کے اس موسم میں بھی جب درجہ حرارت میں اضافہ پچھلے تمام ریکارڈ توڑ رہا ہے اور دنیا کو موسمیاتی تبدیلی کے مزید شدید اور دیرپا ہونے کے خطرے کا سامنا ہے، کوئی ایسا قانون نہیں بنایا گیا کہ کہ مقام کار پر مزدوروں کو موسم کا تحفظ حاصل ہو۔ دنیا کے 80 فیصد سے زائد محنت کشوں کو انسانی جسم کے نارمل اندرونی درجہ حرارت میں اضافہ کی وجہ سے سنگین بیماری یا موت کے خطرات کا سامنا ہے۔ دنیا بھر کے مزدوروں اور محنت کشوں کو صرف موسمیاتی تبدیلی کے دوران مقام کار پر تحفظ نہیں بلکہ مساوی مواقع اور منصفانہ سلوک بھی چاہیے۔ اگر دنیا نے ایسا نہیں کیا تو محنت کشوں اور مزدوروں کے لہو کے پلنے والے لاوے کی حدت سرمایہ داری کے اس مردہ نظام کو پگھلا کر رکھ دے گی۔ بقول فیض

ہم محنت کش جگ والوں سے جب اپنا حصہ مانگیں گے
اک کھیت نہیں، اک دیس نہیں، ہم ساری دنیا مانگیں گے
جو خون بہا، جو باغ اجڑے، جو گیت دلوں میں قتل ہوئے
ہر شے کا، ہر قطرے کا، ہر گیت کا بدلہ مانگیں گے

موجودہ تناظر میں مزدوروں کا یہ عالمی دن آئی ایل او کی کسی کھوکھلی تقسیم ’کی نذر کرنے کے بجائے مزدوروں اور محنت کشوں کے حقوق اور سماجی انصاف کیلئے جدوجہد کو مزید تیز کرنے کے عہد کا دن ہے۔

edit2sahara@gmail.com

ریوڑی، گارنٹی یا ضمانتیں: آخر یہ ہیں کیا؟

صبیح احمد

ہندوستان میں ’فری بیز‘ (مفت تحائف) یا ’ریوڑی‘ کی سیاست کے حوالے سے ایک طویل عرصہ سے بحث چل رہی ہے۔ حالیہ دنوں میں یہ لفظ ہندوستانی سیاست میں ’مفت‘ کا مترادف بن گیا ہے۔ انتخابات کے دوران سیاسی جماعتیں ووٹروں سے مفت بجلی، پانی، بے روزگاری الاؤنس، خواتین اور بزرگ کارکنوں کو الاؤنس، مفت لیپ ٹاپ، اسمارٹ فون وغیرہ کا وعدہ کر کے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتی ہیں اور بالتفریق جملہ سیاسی جماعتیں اس دور میں شامل ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ووٹروں کے لبھانے کیلئے سب نے اپنے لیے ’ریوڑی، گارنٹی، ضمانت، سہولت‘ کے نام سے الگ الگ اصطلاحیں گڑھ لی ہیں۔ جو لوگ ان اسکیموں کی مخالفت کرتے ہیں، وہ انہیں ’فری بیز اور ریوڑی کلچر‘ کہتے ہیں، جبکہ ان کی حمایت کرنے والے انہیں فلاحی اسکیمیں قرار دیتے ہیں۔ خالصتاً ان آشکر کہتے ہیں کہ اس سے سرکاری خزانے پر بوجھ پڑے گا، قرض بڑھیں گے اور یہ صرف سیاسی فائدے کے لیے کیا جا رہا ہے۔ اس طرح کی اسکیمیں لانے والے کہتے ہیں کہ اس کا مقصد غریب عوام کو مہنگائی سے نجات دلانا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جس اسکیم کو ایک پارٹی ایک ریاست میں ’ریوڑی کلچر‘ کا نام دیتی ہے، دوسری ریاست میں وہی پارٹی اسی چیز کو اور نام دے کر فلاحی اسکیم کے طور پر نافذ کر رہی ہوتی ہے۔ دنیا بھر کی سیاسی جماعتیں ووٹروں کو راغب کرنے کے لیے مفت اسکیموں یا ’مفت تحائف‘ کا اعلان کرتی رہتی ہیں۔ ہندوستان میں اس کی ابتدا تمل ناڈو سے ہوئی۔ تمل ناڈو میں 2006 میں اسمبلی انتخابات کے دوران ڈی ایم کے نے حکومت بننے پر تمام خاندانوں کو مفت رنگین ٹی وی فراہم کرنے کا وعدہ کیا۔ پارٹی نے جواز پیش کیا کہ اگر ہر گھر میں ٹی وی ہوگا تو خواتین خواندہ ہو جائیں گی۔ ڈی ایم کے کے اس انتخابی وعدے کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا گیا۔ بالآخر ڈی ایم کے کی جیت ہوئی۔ وعدہ پورا کرنے کے لیے 750 کروڑ روپے کا بجٹ رکھا گیا۔ سپریم کورٹ میں ابھی یہ کیس چل ہی رہا تھا کہ 2011 کے اسمبلی انتخابات آ گئے۔ اپوزیشن پارٹی ’اے آئی اے ڈی ایم کے‘ نے ڈی ٹی وی کے جواب میں مکسر گرائنڈر، الیکٹرک چکھے، لیپ ٹاپ، کمپیوٹر، سونے کی تھالی وغیرہ تقسیم کرنے کا وعدہ کر دیا۔ شادی پر خواتین کو 50 ہزار روپے اور راشن کارڈ ہولڈروں کو 20 کلو چاول دینے کا بھی وعدہ کیا گیا۔ نتیجتاً ’اے آئی اے ڈی ایم کے‘ کی حکومت بن گئی۔ سپریم کورٹ نے 2006 کے انتخابی وعدے پر جولائی 2013 میں فیصلہ سنایا۔ سپریم کورٹ نے کہا کہ ’فری بیز‘ تمام لوگوں کو متاثر کرتی ہیں، جس سے آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کی جڑیں کافی صدمہ کی جاتی ہیں۔ سپریم کورٹ نے الیکشن کمیشن کو تمام سیاسی جماعتوں کی مشاورت سے ضابطہ اخلاق تیار کرنے کا بھی حکم دیا۔ اس کے بعد 2015 میں الیکشن کمیشن نے سیاسی جماعتوں اور امیدواروں کے لیے ضابطہ اخلاق بھی جاری کیا لیکن اس کے باوجود انتخابات میں مفت اعلانات کا سلسلہ جاری ہے۔

آخر فری بیز یا ’ریوڑی کلچر‘ سے مراد ہے کیا؟ اس کی کوئی واضح تعریف نہیں ہے۔ لیکن سپریم کورٹ میں ساعت کے دوران الیکشن کمیشن نے حلف نامہ میں کہا تھا کہ اگر قدرتی آفات یا وبا کے دوران ادویات، کھانا یا پینے مفت تقسیم کیے جائیں تو یہ مفت تحائف نہیں ہیں، لیکن اگر عام دنوں میں ایسا ہوتا ہے تو اسے فری بیز سمجھا جا سکتا ہے۔ وہیں ریزرو بینک آف انڈیا (آر بی آئی) نے کہا تھا کہ ایسی اسکیمیں جن سے کریڈٹ کلچر کمزور ہو، سبسڈی کی وجہ سے قیمتوں میں بگاڑ آئے، نجی سرمایہ کاری میں گراوٹ آئے اور لیبر فورس کی شرکت کم ہو جائے تو وہ فری بیز ہوتی ہیں۔ یہ بات صحیح ہے کہ عوام کو لبھانے کے دباؤ میں کیے گئے وعدے یا اخراجات ملک کے لیے پریشانی کا باعث بن سکتے ہیں مگر ہندوستانی آبادی کے درمیان آمدنی میں عدم مساوات کے پیش نظر معیشت کو صحیح سمت میں لے جانے کے لیے ان میں سے کچھ مفت تحائف کو جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔ جسے آج ’فری بیز‘ کہا جا رہا ہے، ہوسکتا ہے کہ کل وقوعی سطح کی اسکیم بن جائے۔ تاریخ میں ایسا کئی بار ہو چکا ہے۔ تمل ناڈو کے تیسرے وزیر اعلیٰ کے۔ کامراج نے 1960 کی دہائی میں اسکول آنے والے بچوں کے لیے مفت کھانے کی اسکیم شروع کی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمل ناڈو میں اسکول جانے والے بچوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہو گیا۔ بعد میں مرکزی حکومت نے نمڈ دیہ میل کے نام سے ایک اسکیم شروع کر دی۔ اسی طرح جب این ٹی راما راؤ آندھرا پردیش کے وزیر اعلیٰ تھے تو انہوں نے مفت راشن کی ایک اسکیم شروع کی۔ اس کے تحت لوگوں کو 2 کلو چاول مفت دیا جاتا تھا۔ اس طرز پر مرکزی سطح پر پبلک فوڈ سیکورٹی پروگرام شروع کیا گیا۔ یہی نہیں، فروری 2018 میں تلنگانہ کے وزیر اعلیٰ کے۔ چندر شیکھر راؤ نے کسانوں کے لیے رائتھو بندھو کے نام سے ایک اسکیم شروع کی۔ اس کے تحت اہل کسانوں کو سالانہ 10,000 روپے کی امداد دی جاتی ہے۔ بعد میں 2019 میں مرکزی حکومت نے ’پی ایم سان ندھی‘ کے نام سے ایک اسکیم شروع کر دی۔ حالانکہ یہ مفت تحفہ تو اچھا ہے، ضروری بھی ہے۔

دستک

’ریوڑی‘ سیاست کا اخلاقی پہلو یہ ہے کہ جب سیاسی پارٹیوں کے انتخاب کی بات آتی ہے تو یہ سب اس بات پر منحصر کرتا ہے کہ کس جماعت نے ’مفت تحائف‘ کی شکل میں کتنی پیش کش کی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سیاسی جماعتیں لوگوں کو اچھ تحفے میں وقت دینے کے لیے ایک طرح سے رشوت دے رہی ہیں۔ اس کا معاشی پہلو یہ ہے کہ سیاسی جماعتیں ووٹروں کو سرکاری خرچ پر مفت تحائف دے رہی ہیں، لیکن کیا اس ریاست کی معاشی حالت کے لحاظ سے یہ مناسب ہے؟ سری لنکا کا حالیہ واقعہ اس کی ایک مثال ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ سری لنکا کے معاشی زوال کی وجہ وہاں کی سیاسی جماعتوں کی جانب سے دیے جانے والے مفت تحائف رہ ہیں۔ بہرحال انتخابات کے دوران قائدین کی جانب سے مفت سہولیات کے وعدوں کو صرف سیاسی نقطہ نظر سے نہیں دیکھا جانا چاہیے بلکہ اس کے معاشی پہلو پر بھی غور کیا جانا چاہیے۔ اگر ریاست کے پاس یہ وعدے کرنے کے لیے نا کافی فنڈس اور محدود وسائل ہیں تو ایسے وعدوں سے گریز کرنا چاہیے۔ مفت تحائف پر ہونے والی بحث کو ریاستوں کی آمدنی کے تناظر میں بھی دیکھنے کی ضرورت ہے۔ سیاسی جماعتیں مفت سہولیات کا اعلان کرنے کے بجائے موثر معاشی پالیسیاں بنائیں تو صورتحال بہتر ہو سکتی ہے۔ اس مسئلے کو بدعنوانی سے پاک نظام تیار کر کے حل کیا جا سکتا ہے تاکہ مستحقین تک سرکاری سہولیات کی رسائی کو یقینی بنایا جا سکے۔ حکمراں جماعتیں نئے معاشی اقدامات کر کے اپوزیشن جماعتوں کے لیے مثال قائم کر سکتی ہیں۔ اگر سیاسی جماعتیں اقتدار میں رہتے ہوئے عوامی فلاح و بہبود کے کام کریں گی تو انہیں مفت سہولیات کا اعلان نہیں کرنا پڑے گا۔ ووٹروں میں بیداری کی بھی ضرورت ہے۔ لبھانے والے وعدوں پر ووٹ دینے سے پہلے لوگوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ مفت میں اپنا ووٹ بیچ کر کیا غلطی کر رہے ہیں۔ مفت تحائف کے چکر میں لوگ اچھے لیڈروں کو نظر انداز کر دیتے ہیں جس کا خمیازہ بعد میں بھگتنا پڑ سکتا ہے۔ مفت اسکیموں کے بجائے روزگار پیدا کیا جائے۔ سرکاری پیسہ ملک کے بنیادی ڈھانچے کی ترقی اور زراعت کے فروغ کے لیے استعمال کیا جائے جس سے روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے اور مفت سہولیات فراہم کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ یہ ملک کی ترقی اور سماجی ترقی کے باعث بنے گا۔ انتخابات کے وقت درست فیصلے لے کر عوام سیاسی جماعتوں کی اس طرح کی ’مفت تحائف‘ کی کوششوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ختم کر سکتے ہیں۔

> اگر سیاسی جماعتیں اقتدار میں رہتے ہوئے عوامی فلاح و بہبود کے کام کریں گی تو انہیں مفت سہولیات کا اعلان نہیں کرنا پڑے گا۔ ووٹروں میں بیداری کی بھی ضرورت ہے۔ لبھانے والے وعدوں پر ووٹ دینے سے پہلے لوگوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ مفت میں اپنا ووٹ بیچ کر کیا غلطی کر رہے ہیں۔ مفت تحائف کے چکر میں لوگ اچھے لیڈروں کو نظر انداز کر دیتے ہیں جس کا خمیازہ بعد میں بھگتنا پڑ سکتا ہے۔

sasalika786@gmail.com

برانڈیڈ مصنوعات میں ملاوٹ سے ملک کا وقار مجروح!

ایم اے کنول جعفری

یقین زندگی کی بنیاد ہے۔ اسے معاشرے میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یقین کسی شخص کا ہو یا کسی ادارے کا، اگر ایک مرتبہ ٹوٹ جاتا ہے تو اسے پھر سے جوڑنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جاتا ہے۔ اسے پھر سے پانے کے لیے وقت بھی درکار ہے۔ خورد و نوش کی اشیاء، دوائیاں اور روزمرہ استعمال کی جانے والی چیزوں کا دارومدار بھی یقین پر ہے۔ ملاوٹ خوری کو کسی بھی مذہب میں جائز قرار نہیں دیا گیا۔ اس کے باوجود کچھ لوگ اپنے مفاد کے لیے دوسرے لوگوں کی صحت اور ان کی زندگی کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ دودھ، پانی، تیل، گھی، کھویا، دوا، آٹا، بیسن، دہی، شہد اور مٹھائی وغیرہ کی ایسی نقل بازار میں موجود ہے کہ عام آدمی اصلی اور نقلی کے فرق کو محسوس نہیں کر پاتا۔ اتنا ہی نہیں کچھ مکار لوگ تو نقلی دوا کو بھی آسانی سے بازار میں چلا دیتے ہیں اور یہ کاندار کواس کا علم تک نہیں ہوتا۔ آج کھانے پینے کی شاید ہی کوئی ایسی شے ہو جس میں ملاوٹ نہ کی جا رہی ہو۔ چیزوں کے خالص نہیں ہونے کی وجہ سے لوگوں میں طرح طرح کی بیماریاں پھیل رہی ہیں۔ یہ عمل اُس وقت اور بھی تکلیف دہ ہو جاتا ہے، جب اس کھیل میں برانڈیڈ کمپنیاں شامل ہوں۔ اپریل کے آخری عشرے میں پہلے بلانگ کانگ، اس کے بعد سنگاپور اور اَب یوروپی یونین نے مشہور معروف ہندوستانی کمپنیوں ’ایم ڈی ایچ‘ (مہاشے دی ہٹی) اور ’ایوریسٹ‘ کی مصنوعات سمیت جن 527 فوڈ پروڈکٹس پر پابندی عائد کی ہے، ان میں 313 سوکھے میوے اور تل سے بنی اشیاء، 60 مشرقی جڑی بوٹیاں اور مصالے، 48 طرح کے ڈائری فوڈ ڈیلیپٹس چیزیں اور 34 دیگر مصنوعات شامل ہیں۔ جانچ کے دوران ان جگہ میں ’ایتھلین آکسائیڈ‘ نام کا کیمیکل مقررکردہ سطح سے زیادہ مقدار میں پایا گیا۔ یوروپی فوڈ سیفٹی اتھارٹی (ای ایف ایس اے) نے ستمبر 2023 سے اپریل 2024 کے درمیان تقریباً ساڑھے تین برس کی مدت میں بڑے پیمانے پر ہندوستانی فوڈ پروڈکٹس کی تحقیقات کی۔ ان میں میوے، جڑی بوٹیوں، مصالحوں اور غذائی خوراک کے علاوہ دیگر متفرق کھانے کی مصنوعات شامل تھیں۔ چوں کہ یوروپی یونین ’ایتھلین آکسائیڈ‘ پر 2011 میں ہی پابندی لگا چکا تھا، اس لیے اُس کے پاس سخت کارروائی کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ نہیں تھا۔ یہ مصالحے اور پروڈکٹس ہندوستان کے لاکھوں گھروں، ڈھابوں، ہوٹلوں اور ریستوراں میں تو روزانہ دہائیوں سے استعمال میں لائے ہی جا رہے ہیں، کئی غیر ممالک میں بھی اُن کی زبردست ڈیمانڈ ہے۔ ایسی صورت حال میں مصالحے اور دیگر مصنوعات میں ملاوٹ سے جہاں ملک کا وقار مجروح ہوا ہے، وہیں اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خالص اور معیار کے معاملے میں ہم ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں انتہائی کمزور اور بونے ہیں۔ اگر آپ یقین کریں تو ہم شاید معیار کے اُس پائیدان پر کھڑے ہیں، جو اول، دوم اور سوم کی گنتی میں تو آتا ہی نہیں، کسی دیگر خاص اعداد و شمار میں بھی شامل نہیں ہے۔ دراصل ’ایم ڈی ایچ‘ اور ’ایوریسٹ‘ ہندوستان کی ایسی نامی گرامی کمپنیاں ہیں، جن پر عوام اندھا یقین کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں ٹھہرہ، ملاوٹ یا ناپلی کیسی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، لیکن جانچ میں جو انکشاف ہوا، اُس سے یقین تو ٹوٹنا ہی تھا۔ غیر ملکی میڈیا رپورٹس کے مطابق یوروپی یونین کے فوڈ سیفٹی حکام کی جانب سے کی گئی جانچ میں یہ انکشاف ہوا کہ ہندوستانی فوڈ پروڈکٹس کی ایک قابل ذکر تعداد میں مقررکردہ حد سے زیادہ مقدار میں پائی گئی ’ایتھلین آکسائیڈ‘ پایا گیا۔ یہ کیمیکل کینسر کی وجہ بنتا ہے۔ اس قسم کا کینسر پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس سے قبل سنگاپور فوڈ ایجنسی اور ہانگ کانگ کے سینٹر فار فوڈ سیفٹی ریگولیٹر نے ہندوستانی فوڈ پروڈکٹس میں ’ایتھلین آکسائیڈ‘ کی مقدار مقررحد سے زیادہ پایا جانے کا انکشاف کرتے ہوئے ’ایم ڈی ایچ‘ کے مدراس کری پاؤڈر، کری مخلوط مصالحہ پاؤڈر، سانبھر مسالہ پاؤڈر اور ایورسٹ فش کری مصالحہ پاؤڈر پر پابندی لگا دی۔ ہانگ کانگ فوڈ سیفٹی ریگولیٹر نے صارفین کو خبردار کرتے ہوئے ان مصالحوں کی خرید اور استعمال سے منع کیا ہے۔ ’ایتھلین آکسائیڈ‘ ایک انسان ساختہ کیمیکل ہے، جو کسی حد تک میٹھی بو کی حامل، پانی میں آسانی سے گھلنے والی ایک آتش گیر گیس ہے، جسے زرعی مصنوعات کا ذخیرہ کرنے کے لیے انتہائی معمولی مقدار میں استعمال میں لایا جاتا ہے، مگر اُنہیں کیڑوں کے حملے سے بچایا جا سکے۔ اس کا استعمال اسپتالوں میں طبی سامان کو جراثیم سے پاک و صاف رکھنے کے لیے بھی کیا جاتا ہے۔ مصالحوں کو پھپھوندی اور کیڑوں سے بچا کر ایک طویل مدت تک محفوظ رکھنے کے علاوہ ’ایتھلین آکسائیڈ‘ کا استعمال کیڑے مارنے والی ادویات بنانے میں بھی کیا جاتا ہے۔ سائنس داں انہیں سرطان (کینسر) پیدا کرنے والا بتاتے رہے ہیں۔ اس سے قبل امریکہ کی جانب سے گزشتہ برس ’ایورسٹ سانبھر مصالحہ‘ اور ’گرم مصالحوں‘ کے نمونوں کو امریکی ایجنسی ’فوڈ اینڈ ڈرگ ایڈمنسٹریشن‘ (ایف ڈی اے) نے مسترد کر دیا تھا۔ اس کے بعد ہانگ کانگ کے سینٹر فار فوڈ سیفٹی ریگولیٹر نے ہندوستانی فوڈ پروڈکٹس میں ’ایتھلین آکسائیڈ‘ کی مقدار مقررحد سے زیادہ پائے جانے کا انکشاف کرتے ہوئے ’ایم ڈی ایچ‘ کے مدراس کری پاؤڈر، کری مخلوط مصالحہ پاؤڈر، سانبھر مسالہ پاؤڈر اور ایورسٹ فش کری مصالحہ پاؤڈر پر پابندی لگا دی۔ ہانگ کانگ فوڈ سیفٹی ریگولیٹر نے صارفین کو خبردار کرتے ہوئے ان مصالحوں کی خرید اور استعمال سے منع کیا ہے۔ ’ایتھلین آکسائیڈ‘ ایک انسان ساختہ کیمیکل ہے، جو کسی حد تک میٹھی بو کی حامل، پانی میں آسانی سے گھلنے والی ایک یورپی فوڈ سیفٹی اتھارٹی (ای ایف ایس اے) نے ستمبر 2023 سے اپریل 2024 کے درمیان تقریباً ساڑھے تین برس کی مدت میں بڑے پیمانے پر ہندوستانی فوڈ پروڈکٹس کی تحقیقات کی۔ ان میں میوے، جڑی بوٹیوں، مصالحوں اور غذائی خوراک کے علاوہ دیگر متفرق کھانے کی مصنوعات شامل تھیں۔ چوں کہ یوروپی یونین ’ایتھلین آکسائیڈ‘ پر 2011 میں ہی پابندی لگا چکا تھا، اس لیے اُس کے پاس سخت کارروائی کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ نہیں تھا۔ یہ مصالحے اور پروڈکٹس ہندوستان کے لاکھوں گھروں، ڈھابوں، ہوٹلوں اور ریستوراں میں تو روزانہ دہائیوں سے استعمال میں لائے ہی جا رہے ہیں، کئی غیر ممالک میں بھی اُن کی زبردست ڈیمانڈ ہے۔ ایسی صورت میں مصالحے اور دیگر مصنوعات میں ملاوٹ سے جہاں ملک کا وقار مجروح ہوا ہے، وہیں اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خالص اور معیار کے معاملے میں ہم ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں بونے ہیں۔ اگر آپ یقین کریں تو ہم شاید معیار کے اُس پائیدان پر کھڑے ہیں، جو اول، دوم اور سوم کی گنتی میں تو آتا ہی نہیں، کسی دیگر خاص اعداد و شمار میں بھی شامل نہیں ہے۔ دراصل ’ایم ڈی ایچ‘ اور ’ایورسٹ‘ ہندوستان کی ایسی نامی گرامی کمپنیاں ہیں، جن پر عوام اندھا یقین کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں ٹھہرہ، ملاوٹ یا ناپلی کیسی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، لیکن جانچ میں جو انکشاف ہوا، اُس سے یقین تو ٹوٹنا ہی تھا۔ غیر ملکی میڈیا رپورٹس کے مطابق یوروپی یونین کے فوڈ سیفٹی حکام کی جانب سے کی گئی جانچ میں یہ انکشاف ہوا کہ ہندوستانی فوڈ پروڈکٹس کی ایک قابل ذکر تعداد میں مقررکردہ حد سے زیادہ مقدار میں پائی گئی ’ایتھلین آکسائیڈ‘ پایا گیا۔ یہ کیمیکل کینسر پیدا کرنے کی ایک قسم کا کینسر پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس سے قبل سنگاپور فوڈ ایجنسی اور ہانگ کانگ کے سینٹر فار فوڈ سیفٹی ریگولیٹر نے ہندوستانی فوڈ پروڈکٹس میں ’ایتھلین آکسائیڈ‘ کی مقدار مقررحد سے زیادہ پائے جانے کا انکشاف کرتے ہوئے ’ایم ڈی ایچ‘ کے مدراس کری پاؤڈر، کری مخلوط مصالحہ پاؤڈر، سانبھر مسالہ پاؤڈر اور ایورسٹ فش کری مصالحہ پاؤڈر پر پابندی لگا دی۔ ہانگ کانگ فوڈ سیفٹی ریگولیٹر نے صارفین کو خبردار کرتے ہوئے ان مصالحوں کی خرید اور استعمال سے منع کیا ہے۔ ’ایتھلین آکسائیڈ‘ ایک انسان ساختہ کیمیکل ہے، جو کسی حد تک میٹھی بو کی حامل، پانی میں آسانی سے گھلنے والی ایک آتش گیر گیس ہے، جسے زرعی مصنوعات کا ذخیرہ کرنے کے لیے انتہائی معمولی مقدار میں استعمال میں لایا جاتا ہے، مگر اُنہیں کیڑوں کے حملے سے بچایا جا سکے۔ اس کا استعمال اسپتالوں میں طبی سامان کو جراثیم سے پاک و صاف رکھنے کے لیے بھی کیا جاتا ہے۔ مصالحوں کو پھپھوندی اور کیڑوں سے بچا کر ایک طویل مدت تک محفوظ رکھنے کے علاوہ ’ایتھلین آکسائیڈ‘ کا استعمال کیڑے مارنے والی ادویات بنانے میں بھی کیا جاتا ہے۔ سائنس داں انہیں سرطان (کینسر) پیدا کرنے والا بتاتے رہے ہیں۔ اس سے قبل امریکہ کی جانب سے گزشتہ برس ’ایورسٹ سانبھر مصالحہ‘ اور ’گرم مصالحوں‘ کے نمونوں کو امریکی ایجنسی ’فوڈ اینڈ ڈرگ ایڈمنسٹریشن‘ (ایف ڈی اے) نے مسترد کر دیا تھا۔ اس کے بعد ہانگ کانگ کے سینٹر فار فوڈ سیفٹی ریگولیٹر نے ہندوستانی فوڈ پروڈکٹس میں ’ایتھلین آکسائیڈ‘ کی مقدار مقررحد سے زیادہ پائے جانے کا انکشاف کرتے ہوئے ’ایم ڈی ایچ‘ کے مدراس کری پاؤڈر، کری مخلوط مصالحہ پاؤڈر، سانبھر مسالہ پاؤڈر اور ایورسٹ فش کری مصالحہ پاؤڈر پر پابندی لگا دی۔ ہانگ کانگ فوڈ سیفٹی ریگولیٹر نے صارفین کو خبردار کرتے ہوئے ان مصالحوں کی خرید اور استعمال سے منع کیا ہے۔ ’ایتھلین آکسائیڈ‘ ایک انسان ساختہ کیمیکل ہے، جو کسی حد تک میٹھی بو کی حامل، پانی میں آسانی سے گھلنے والی ایک آتش گیر گیس ہے، جسے زرعی مصنوعات کا ذخیرہ کرنے کے لیے انتہائی معمولی مقدار میں استعمال میں لایا جاتا ہے، مگر اُنہیں کیڑوں کے حملے سے بچایا جا سکے۔ اس کا استعمال اسپتالوں میں طبی سامان کو جراثیم سے پاک و صاف رکھنے کے لیے بھی کیا جاتا ہے۔ مصالحوں کو پھپھوندی اور کیڑوں سے بچا کر ایک طویل مدت تک محفوظ رکھنے کے علاوہ ’ایتھلین آکسائیڈ‘ کا استعمال کیڑے مارنے والی ادویات بنانے میں بھی کیا جاتا ہے۔ سائنس داں انہیں سرطان (کینسر) پیدا کرنے والا بتاتے رہے ہیں۔ اس سے قبل امریکہ کی جانب سے گزشتہ برس ’ایورسٹ سانبھر مصالحہ‘ اور ’گرم مصالحوں‘ کے نمونوں کو امریکی ایجنسی ’فوڈ اینڈ ڈرگ ایڈمنسٹریشن‘ (ایف ڈی اے) نے مسترد کر دیا تھا۔ اس کے بعد ہانگ کانگ کے سینٹر فار فوڈ سیفٹی ریگولیٹر نے ہندوستانی فوڈ پروڈکٹس میں ’ایتھلین آکسائیڈ‘ کی مقدار مقررحد سے زیادہ پائے جانے کا انکشاف کرتے ہوئے ’ایم ڈی ایچ‘ کے مدراس کری پاؤڈر، کری مخلوط مصالحہ پاؤڈر، سانبھر مسالہ پاؤڈر اور ایورسٹ فش کری مصالحہ پاؤڈر پر پابندی لگا دی۔ ہانگ کانگ فوڈ سیفٹی ریگولیٹر نے صارفین کو خبردار کرتے ہوئے ان مصالحوں کی خرید اور استعمال سے منع کیا ہے۔ ’ایتھلین آکسائیڈ‘ ایک انسان ساختہ کیمیکل ہے، جو کسی حد تک میٹھی بو کی حامل، پانی میں آسانی سے گھلنے والی ایک آتش گیر گیس ہے، جسے زرعی مصنوعات کا ذخیرہ کرنے کے لیے انتہائی معمولی مقدار میں استعمال میں لایا جاتا ہے، مگر